The Fiction Writing of Ghafir Shehzaad: Special Perspective Of "Mukli Mein Marg"

غافر شہزاد کی فکشن نگاری: بحوالہ خصوصی "مکلی میں مرگ"

Idrees Ahmad [*1]
PhD Scholar, Department Of Urdu, MY University Of Islamabad.
Dr.Syed Muhammad Murtaza[*2]
Assistant Professor, Departmaent Of Urdu, Government Ambala Muslim Graduate College,Sargodha.

[*1] ادریس احمد
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، مائی یونیورسٹی، اسلام آباد۔
[*2] ڈاکٹر سید محمد مرتضیٰ
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ انبالہ مسلم گریجوایٹ کالج، سرگودھا۔

Correspondance: hassanmurtaza190@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 19-01-2025
Accepted:23-03-2025
Online:28-03-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of

ABSTRACT: Dr.Ghafar Shehzad is a multi-talented personality known for his work as a fiction writer ,poet, historian, critic, researcher, travel writer and columnist by profession. He is an architect, and his writings often includes interesting stories and events related to architecture. His novel"Makli Mein Marg"is a unique and unconventional piece of literature. It beautifully blends reality and symbolism, making it an engaging read. Arslan Mansoor, Tariq Ismail and Baba Mustan are main characters of the novel. The dialogues between the characters feel natural and- well researched, which shows the author's deep knowledge, deep observation and high imagination. The novel also highlights the issue of corruption in a very thoughtful way. One of Dr.Ghafer Shahzad's biggest strengths is his storytelling. He presents his observations in a unique way.He has integrated the fictional world and the real world in such a way that a new dream world has been

the Creative Common Attribution (CC BY) license

established. merging the real and imaginary world so seamlessly that it creates a dreamlike experience for the reader. In the novel the Indus Valley is also depicted in a very beautiful way. No doubt"Makli Mein Marg "is considered one of his masterpiece novel of modern age. shedding light on the religious essence that defines his poetry.

KEYWORDS: Architect ,Imagination, Literarure fictional, Dialogues, Indus Valley. Novel ,Short story.

فکشن انگریزی زبان کا لفظ ہے۔فکشن ایسی تحریروں کو کہا جاتا ہے جن میں کوئی کہانی ادبی قواعد و ضوابط کو مد نظر رکھ کر تحریر کی جاتی ہو۔فکشن کو اگر وسیع معنوں میں دیکھا جائے تو اس سے مراد ایسی کہانیاں ہیں جن میں خیالی عناصر کو ایک خاص ہیئت میں تحریر کیا جاتا ہے۔دوسرے لفظوں میں فکشن سے مراد کسی بھی قسم کا ادب ہے جو تخیل سے تخلیق ہوتا ہے۔اور عام طور پر اس میں ایک بیانیہ ہوتا ہے جو عام طور پر یہ کتابوں اور کہانیوں کی شکل میں آتا ہے۔روایتی تنگ معنوں میں فکشن سے مراد نثر میں لکھی گئی داستانیں ہیں۔اردو ادب میں فکشن کی اصطلاح زیادہ تر ناولوں اور افسانوں کے لیے مستعمل ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی معروف قومی انگریزی لغت میں فکشن کے معنی یوں بیان کیے ہیں۔

> "تصوری، خیالی، تخیل آزاد، من گھڑت، جھوٹ، افسانہ، ناول، مختصر کہانی یا
> ناولٹ کی صورت میں خیالی واقعات کا نثری اظہار، گھڑنے یا خیال آرائی کا
> عمل"(1)

ڈاکٹر غافر شہزاد جدید دور کے معروف فکشن نگار، شاعر، محقق، نقاد، سفر نامہ نگار، کالم نگار، مورخ اور ایک ماہر فن تعمیر ہیں۔ان کی کم و بیش 32 تخلیقی اور تحقیقی کتب شائع ہو چکی ہیں اور قارئین میں پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔وہ عصر حاضر کے معروف اور کامیاب فکشن نگار ہیں۔ان کے افسانوی مجموعوں کی تعداد چار ہے اور ناولوں کی تعداد پانچ ہے۔ان کا ایک ناولٹ بھی "لوک شاہی" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

"مکلی میں مرگ" ڈاکٹر غافر شہزاد کا سب سے پہلا لکھا گیا ناول ہے۔"مکلی" سندھ میں ٹھٹھہ کے قرب و جوار میں واقع ایک قبرستان کا نام ہے۔ناول میں موضوعات اور واقعات کا تنوع جا بجا دیکھنے کو ملتا ہے۔اس ناول میں روایت سے بغاوت برتی گئی ہے اور کہانی پن سے زیادہ تاریخی عمارات اور فن تعمیر کی خوبصورت انداز میں عکاسی کی گئی ہے۔امجد اسلام امجد ناول کے غیر روایتی ہونے کے بارے میں ڈاکٹر غافر شہزاد کو داد دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "کسی زندہ ادیب اور بالخصوص کسی عزیز دوست کی کتاب پر تنقیدی انداز میں
> کچھ لکھنا بیک وقت مشکل بھی ہے اور آسان بھی لیکن اگر لکھنے والا غافر شہزاد
> جیسا معروف قلمکار اور کتاب اس کے زیر نظر ناول "مکلی میں مرگ" جیسی

غیر روایتی ہو تو صورت حال کچھ کچھ غالب کے اس مصرعے کی سی ہو جاتی
ہے۔کہ سخت دشوار ہے ہر کام کا آسان ہو جانا"(2)

غافر شہزاد بنیادی طور پر ایک آرکیٹیکٹ ہیں۔اور آرکیٹیکچر کے شعبے سے وابستہ ہیں۔اردو میں اس فن کو فن تعمیرات کے نام سے جانا جاتا ہے۔انھوں نے "مکلی میں مرگ" ناول کو تحریر کرنے کے بعد یہ تاثر دیا ہے۔کہ فن تعمیر کا فن صرف عمارتوں کی تزئین و آرائش تک محدود نہیں ہے بلکہ اگر کوئی آرکیٹیکٹ افسانوی ادب سے شغف رکھتا ہے تو وہ اپنی کہانیوں میں اس فن کی خصوصیات کو ایسے مؤثر انداز میں بیان کرتا ہے کہ حقیقت کا گمان ہونے لگتا ہے۔انھوں نے اپنے تجربات، مشاہدات اور احساسات سے "مکلی میں مرگ" ناول کو ایک انوکھے اور منفرد رنگوں سے سجایا ہے۔ناول میں مزارات اور مقبرے کہانی کو کامیابی کی منازل کی طرف لے جانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ناول کا باقاعدہ آغاز ناول کے مرکزی کردار ارسلان منصور کو ایک عالمی تنظیم کی طرف سے موصول ہونے والے ایک دعوت نامے سے ہوتا ہے۔کانفرنس کے دعوت نامے میں ماہر فن تعمیرات عرفانہ خان کا نام دیکھ کر ارسلان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔عرفانہ خان کا نام پاکستان کی اولین نسل کی نمائندہ کے طور پر بھی لیا جاتا ہے۔ایک شخصیت آغا کمال جسے اس کانفرنس کے شرکا میں شامل نہ دیکھ کر ارسلان کو حیرانگی ہوئی۔آغا کمال کو شرکا میں نہ دیکھ کر ارسلان کے دل میں کافی سوال ابھرے۔ممکن ہے آغا کمال ان دنوں پاکستان نہ ہوں۔یا پھر کسی مجبوری کی وجہ سے میسر نہ ہوں۔کئی طرح کے خدشات کئی طرح کی باتیں سر اٹھا رہی تھیں۔مگر ارسلان نے کچھ دیر کے لیے کوشش کر کے ان خدشات کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔طارق اسمٰعیل اور بابا مستان بھی ناول کے مرکزی کرداروں کی صف میں شامل ہیں۔طارق اسمٰعیل ایک صحافی کے طور پر اپنا کردار ادا کرتا ہے جبکہ بابا مستان مزاروں میں رہنے والا ایک ایسا شخص ہے جو دلچسپ حقائق کے ساتھ طارق اسمٰعیل کی مدد کرتا ہے۔

"طارق اسمٰعیل کو بابا مستان سے ملاقات کیے کئی ہفتے گزر گئے۔وہ اس سے ملنے کا خواہش مند تھا۔اسے یقین تھا کہ وہ کسی نئی سٹوری کے لیے اس کی رہنمائی کرے گا۔مہینے کی چڑھے چاند کی پہلی جمعرات گزر گئی۔طارق اسمٰعیل کو اس وقت پتہ چلا جب دو دن گزر گئے دل میں عجیب سی بے چینی تھی اور اس بے چینی کا حل صرف اور صرف بابا مستان سے ملاقات میں ہی تھا۔طارق اسمٰعیل کو ایسے ہی گمان گزرا کہ بابا مستان چودھویں کے چاند کی رات دربار سلاطان باہوؒ حاضری کے لیے جاتا ہے۔"(3)

کردار نگاری ایک پیچیدہ فن ہے۔جس کے متعلق شاید لگے بندھے ضابطے نہیں بنائے جا سکتے اور اگر ایسے ضابطے وضع کر بھی لیے جائیں تو یہ ناقابل عمل ہوں گے۔کیونکہ جس طرح دنیا متنوع اور رنگا رنگ انسانوں سے بھری پڑی ہے اسی طرح انسانی فطرت بھی متنوع اور صد رنگ ہے۔کسی کردار کی تخلیق اور تعمیر کے لیے نہ صرف زندگی کے وسیع

مشاہدے کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ اس کے لیے فن کارانہ اظہار اور ابلاغ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ زندگی کیا تھی فن کار نے اسے کس طرح دیکھا اور کس طرح پیش کیا، یہ چند باتیں ایسی ہیں جن کا کردار کے ضمن میں ادعا نا گزیر ہے۔ کسی حقیقی کردار کو دلکش اور زندہ جاوید بنانے کے لیے تخیل کے بل پر مزید حسین بنانا فن کار کا فرض ہے۔ حقیقت پر تخیل کی رنگ آمیزی تصویر کو واضح اور روشن تر کر دیتی ہے۔ لہٰذا زندہ کرداروں کو مصنف اپنے ذاتی تجربے اور فن سے نکھار کر پیش کرتا ہے۔ غافر شہزاد نے مکالمے اور گفتگو کے ذریعے کرداروں کی تعمیر کی کامیاب کوشش کی ہے۔

"مکلی میں مرگ" میں ارسلان منصور، طارق اسمٰعیل اور بابا مستان وغیرہ ایسے کردار ہیں جو ناول میں اپنی منفرد شناخت کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ ناول نگار نے ان کی تخلیق میں موضوع کی مناسبت کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ یہ کردار نہ آگے بڑھتے ہیں اور نہ ہی کوئی آگے بڑھنے میں قاری کے لیے دلچسپی کا سماں پیدا کرتے ہیں۔ البتہ فن تعمیر سے متعلق غافر شہزاد نے معلومات اور ساز و سامان کا ذکر جس خوب صورتی اور حسین پیرائے میں کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مثلاً غافر شہزاد ایک جگہ لکھتے ہیں۔

> "جب بھی کوئی مغل بادشاہ کسی عظیم عمارت کی تعمیر کا آغاز کرتا تو معماروں، نقاشوں اور ہنر مندوں کے لیے بستیاں بنائی جاتی تھیں۔ جیسے تاج محل کی تعمیر میں حصہ لینے والے مستریوں اور مزدوروں کی دو نسلوں کے لیے محلہ تاج گنج بسایا گیا تھا۔"(4)

"مکلی میں مرگ" ناول میں ناول نگار نے جہاں درباروں اور مساجد کے حوالے سے فن تعمیر کے نمونوں کو دلکش انداز میں بیان کیا ہے وہیں انھوں نے درباروں اور مساجد میں ہونے والی کرپشن جیسی خطرناک سماجی برائی کو بھی اپنے ناول کا حصہ بنایا ہے۔ کرپشن یا بدعنوانی کسی بھی معاشرے کے لیے زہر قاتل سے کم نہیں۔ لفظ "کرپشن" وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ اردو میں اس کے معانی بد عملی، بدعنوانی، بداخلاقی اور بگاڑ وغیرہ کے ہیں جب کہ عربی میں "کرپشن" کا لفظ فساد، انحراف اور مفسد کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کرپشن کا لفظ ہر زبان، ہر ملک اور ہر معاشرے میں گھناؤنے اور منفی کاموں کے لیے بولا جاتا ہے۔ کسی بھی ملک و قوم کی تباہی میں کرپشن کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جو ادارے کرپشن کی روک تھام کے لیے حکومت نے قائم کر رکھے ہیں وہ خود بھی اس میں ملوث نظر آتے ہیں۔ غافر شہزاد نے "مکلی میں مرگ" ناول میں یہ بات منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے معاشرے میں کرپشن اس حد تک سرایت کر چکی ہے کہ ہم مساجد اور درباروں جیسے مقدس مقامات میں بھی اس گھناؤنے مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ غافر شہزاد مسجد میں ہونے والی کرپشن کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> "یہ مقدمہ مزار کی جامع مسجد میں نصب کیے گئے ایئر کنڈیشننگ کے حوالے سے کی جانے والی کرپشن کے بارے میں تھا۔ مسجد کی تعمیر کے وقت اس میں ایئر کنڈیشننگ پلانٹ لگایا گیا تھا۔ پندرہ سال گزرنے کے بعد ایئر کنڈیشننگ

پلانٹ مسجد کے ایوان میں موثر ٹھنڈک نہیں کر رہا تھا۔اس کی کئی بار مرمت کی جاچکی تھی۔اور سچ بات تو یہی ہے کہ مرمت کے نام پر ہر سال کئی لاکھ روپے خرچ کر دیے جاتے۔مگر کبھی خاطر خواہ نتائج بر آمد نہیں ہوئے تھے۔"(5)

ناول نگار کرپشن جیسی سماجی برائی کو بے نقاب کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں۔

"اسٹوری اخبار میں چھپ گئی۔اینٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ نے شائع ہونے والی اسٹوری کی بنیاد پر محکمہ سے سارا ریکارڈ منگوایا اور چارج شیٹ تیار کر لی۔اور باقاعدہ انکوائری کا آغاز ہوا۔اس انکوائری میں طارق اسمٰعیل کو بھی پارٹی بنایا گیا تھا۔اس کے پاس محکمانہ ریکارڈ بھی موجود تھا۔اور انکوائری آفیسر کو یہ بات بتانے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔جب فرموں کے مالکان کو بلایا گیا تو ساری صورت حال کھل کر سامنے آگئی کہ کس نے کتنا حصہ لیا تھا۔فرم کے مالک کو تو وہی پیسے ملے تھے۔جو اب بھی اس نے طارق اسمٰعیل کو کوٹیشن میں دیے تھے۔باقی دو تہائی رقم بیچ والے کھا گئے تھے۔"(6)

کسی بھی قوم کے نظریات اور بنیادی انداز فکر کو تہذیب کہا جاتا ہے۔تہذیب کا لغوی مطلب آراستہ کرنے کے ہیں۔تہذیب کو اگر اصطلاحی مفہوم میں دیکھا جائے تو اس سے مراد وہ منظم طریقہ ہے جس سے کسی چیز کی خوبی یا خصوصیت سامنے آجائے۔ہر معاشرے میں انسان کی اپنی ایک الگ تہذیب ہوتی ہے۔سماجی اقدار، اخلاقی رویے اور رسوم رواج تہذیب کے اہم عناصر ہیں۔تہذیب کے بارے میں سید سبط حسن بیان کرتے ہیں:

"کسی معاشرے کی بامقصد تخلیقات اور سماجی اقدار کے نظام کو تہذیب کہتے ہیں۔تہذیب معاشرے کی طرز زندگی اور طرز فکر و احساس کا جوہر ہوتی ہے۔چنانچہ زبان، آلات و اوزار، پیداوار کے طریقے، اور سماجی رشتے، رہن سہن، فنون لطیفہ، علم و ادب، فلسفہ، حکمت، عقائد، اخلاق، عادات، رسوم رواج، عشق و محبت کے سلوک اور خاندانی تعلقات وغیرہ تہذیب کے مظاہر ہیں۔"(7)

پاکستان کی اگر قدیم ترین تہذیبوں کی بات کی جائے تو وادی سندھ کی تہذیب کا نام سر فہرست آتا ہے۔یہ تہذیب پاکستان کی قدیم اور ابتدائی تہذیبوں میں سے ایک ہے۔یہ تہذیب دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں کے کناروں پر پروان چڑھی۔اسے ہڑپہ تہذیب کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ہڑپہ اور موئن جو داڑو اس کے اہم شہر تھے۔غافر شہزاد "مکلی میں مرگ" ناول میں اس تہذیب کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

"طارق اسمٰعیل نے مزید بتایا کہ ٹھٹھ کسی زمانے میں دریائے سندھ کے کنارے پر واقع تھا۔ نشو ونما پانے والی پرانی تہذیبیں دریاؤں کے کنارے ہی پروان چڑھی ہیں۔ پانی ہمیشہ سے زندگی کی علامت رہا ہے۔ پانی جب خشک ہو جاتا ہے یادریا جب اپنا رستہ بدل لیتا ہے۔ تو اس علاقے سے زندگی کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔اس کی ایک بڑی وجہ موئن جوداڑو اور ہڑپہ کی تہذیب ہے۔ جو صدیوں کرہ ارض پر موجود رہنے اور نشو ونما پانے کے بعد صرف اس وجہ سے ختم ہو گئی کہ وہاں پانی ختم ہو گیا تھا۔اس بات پر ارسلان نے طارق اسمٰعیل سے وضاحت مانگنے کے انداز میں اشارہ کیا تھا۔ کہ ہڑپہ اور موئن جوداڑو کی تہذیب کے خاتمے کی ایک تھیوری یہ بیان کی جاتی ہے اور ممکن ہے یہی وجہ رہی ہو مگر دوسرے مورخین اور محققین نے تھیوری سے انکار بھی کیا ہے اور وہ ایک وجہ بیرونی حملہ آور بھی بتاتے ہیں۔"(8)

ملک پاکستان میں بے شمار لوگوں کے لیے درباروں اورمزاروں کی مذہبی اہمیت ہے۔لیکن اگر جائزے کے طور پر دیکھا جائے تو ملک کے بیشتر شہروں، دیہاتوں اور قصبوں میں واقع یہ مزار وہاں کی سیاست، معیشت اور ثقافت پر بہت سے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں صدیوں پر پھیلے کئی صوفیائے کرام کے سلسلوں کا قیام ہوا۔ پاکستان کے طول و عرض میں پھیلی صوفیا کرام کے مزاروں اور درباروں پر تبرک یعنی کھانے کی روایت قدرے مشترک ہے۔ پاکستانی ثقافت میں درباروں، خانقاہوں، مزاروں اور صوفیا کرام کا خاص مقام و مرتبہ ہے۔ زائرین ان سے دل و جان سے محبت کرتے ہیں۔اوران صوفیا کرام کی دعا کی قبولیت پر مکمل یقین کرتے ہیں۔ پاکستان میں ہزاروں ایسے دربار ہیں جہاں عوام کا ہر وقت رش لگا ہوتا ہے۔ زائرین کی بڑی تعداد اپنی منتیں مانگتی ہے۔ ہر دربار پر منتوں کے لیے مخصوص جگہ مقرر کر دی جاتی ہے۔ بلکہ مخصوص ایام بھی مقرر کردیے جاتے ہیں۔ زائرین مختلف طریقوں سے اپنی منتیں مانگتے ہیں۔ کہیں دھاگے باندھے جاتے ہیں۔ کہیں چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کے ٹکڑے زمین میں گاڑھے جاتے ہیں۔ کہیں دیگیں پکائی جاتی ہیں اور لنگر تقسیم کیے جاتے ہیں۔ ناول نگار نے سلطان باہوؒ کے مزار پر زائرین کی آمد کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

"پاک پتن شہر سارا بند پڑا تھا۔ ساہیوال روڈ پر نگینہ چوک سے بھی دور کلو میٹر دور تک زائرین کی قطاریں لگی ہوئی تھیں جو بہشتی دروازہ کھلنے کے منتظر تھے۔ عرس کی افتتاحی رسومات سے پہلے دربار کی جانب جانے والی تمام سڑکوں پر آہنی گیٹ لگا کر بند کر دیا جاتا تھا۔ دربار بابا فریدؒ تک جانے کے لیے پیدل چلنا پڑتا تھا اور گاڑیاں شہر سے باہر ہی پارک کر دی جاتی تھیں۔ شہر میں آمد و رفت کا سارا نظام ضلعی انتظامیہ اپنے کنٹرول میں کر لیتی۔ جوں جوں

> معاملہ لیٹ ہو رہا تھا ضلعی انتظامیہ کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔اور دیوان صاحب کے گھر میں مہمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔دوسری جانب قطاروں میں کئی گھنٹوں سے کھڑے زائرین میں بے چینی پھیلتی جا رہی تھی۔"(9)

قدیم رونما ہونے والے اور تاریخ کا حصہ بننے والے واقعات کو بیان کرنے کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا خود انسان ۔جدید خیالات اور نظریات کی روشنی میں تاریخ کو افسانوی ادب میں ایسے بیان کیا جائے کہ اس کی روح، سماجی اقدار اور معاشرتی حالت تفصیل کے ساتھ اپنے آپ کو ثابت کرے۔ناول نگار نے ناول میں مکلی کی تاریخ کو قلمبند کرتے ہوئے ناول میں آثار قدیمہ کا ذکر کر کے قدیم عمارات کی اہمیت میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔مکلی کے قدیم ترین قبرستان کا عرصہ یوں تو چار صدیوں پر پھیلا ہوا تھا۔اور چار سال کے شواہد کی وہاں موجودگی قدیم عمارات،پرانی قبروں اور پاس سے گزرتے شور مچاتے بہتے دریائے سندھ کی صورت میں ہونے کی گواہی دیتی تھی۔تاریخ جیسے منجمد ہو گئی تھی۔یہاں پر وقت جیسے ایک لمحے کے لیے اس حصے میں رک سا گیا تھا۔مکلی قبرستان میں موجود مقبروں اور قبروں کے بارے میں غافر شہزاد یوں اظہار خیال کرتے ہیں۔

> "یہ بات اپنی جگہ درست تھی کہ سندھ میں قدیم عمارات اور سامان تعمیر کی جھلک مکلی قبرستان میں تعمیر ان مقبروں اور قبروں میں آج بھی موجود ہے۔جسے دیکھنے کے لیے دنیا بھر سے سیاح اور تعمیرات کا جمالیاتی ذوق رکھنے والے آتے رہتے ہیں۔ایک جانب گزری صدیوں کے بادشاہوں اور نوابوں کے مقبرے ہیں۔جو اپنے اندر دفن شخصیات کی عظمت اور سطوت لیے ہوئے ہیں اور ساتھ ہی دوسری جانب کثیر تعداد میں عام عوام کی قبریں بھی موجود ہیں۔بادشاہ اور عوام دونوں کے جسموں کو زیر زمین ایک جیسی مٹی نے مٹی میں ملایا ہے۔مگر ان پر تعمیر کردہ عمارات ایک دوسرے سے مختلف ہیں جس کے سبب یہاں دفن ہونے والوں کی الگ الگ شناخت بنتی ہے۔"(10)

ناول کا اگر مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقبروں کی تاریخ ،درباروں کا حال واحوال، تہذیب وثقافت ان سے جڑی زندگی کے رشتوں،عقیدوں اور کرپشن سے جڑی روداد کو بڑی خوب صورتی سے بیان کرتا ہے۔یہ ایک الگ اور منفرد طرز کا ناول ہے۔اس لیے اسے اس کے تناظر میں رکھ کر ہی پڑھنا چاہیے۔

ناول نگار نے جس عمدہ طریقے سے ناول میں پائے جانے والے واقعات اور ان کے کرداروں کو پیش کیا ہے۔وہ قابل تحسین ہے۔اس ناول کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں تمام سماجی، سیاسی ،تہذیبی اور علمی عناصر کو ایک

دوسرے میں مدغم کر دیا گیا ہے۔ ہمارے عہد کی تلخ سچائیاں بھی اس ناول میں فلسفیانہ انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ غافر شہزاد چونکہ فن تعمیرات کے پیشے سے منسلک ہیں۔ اس لیے انھوں نے تمام واقعات اور معلومات کو کرداروں کے ذریعے ایک لڑی میں پرو کر ادبی ذوق رکھنے والوں تک پہنچانے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔

حوالہ جات

1۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، قومی انگریزی اردو لغت، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1998ء، ص:738

2۔ www.express,/story12938051?amp: ۔

3۔ غافر شہزاد، ڈاکٹر، مکلی میں مرگ، لاہور: فکشن ہاؤس، 2020ء، ص:91

4۔ ایضاً، ص:16

5۔ ایضاً، ص:66

6۔ ایضاً، ص:71

7۔ سبط حسن، سید، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، کراچی: مکتبہ دانیال، 2017ء، ص:17

8۔ غافر شہزاد، ڈاکٹر، مکلی میں مرگ، ص:105

9۔ ایضاً، ص:117

10۔ ایضاً، ص:13